ریحان اختر*

مذہبی آزادی۔ بقائے باہم کا ایک درخشاں اصول

(قرآن وسنت کے تناظر میں)

اسلام ایک استدلالی وعقلی اور مبرہن ومدلل مذہب ہے۔ جسے مالک الملک نے ایک اصول وضابطے کی شکل میں کائنات انسانی میں بسنے والے لوگوں کے لئے طے کر کے دنیا میں اتار دیا ہے۔ یہ انسان کے لئے زندگی کے تمام تر شعبہ جات میں اس کی مکمل رہنمائی کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا، اس کی تبلیغ ودعوت کے اصول حکمت ودانشمندی، وعظ و تلقین اور بحث ومباحثہ پر قائم ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ پر جو صحیفۂ ربانی نازل ہوا، اس نے سب سے پہلے عقلِ انسانی کو مخاطب کیا۔ اور غور وفکر، فہم وتدبر کی دعوت دی کہ اسلام اپنی کسی بھی تعلیم کو لوگوں پر زبردستی نہیں تھوپتا ہے۔ بلکہ وہ لوگوں کو غور وفکر کا موقع فراہم کرتا ہے۔ حق وباطل کے امتیاز کو واضح کرتا ہے۔ ضلالت وگمراہی اور نجات وفلاح کے راستے سے لوگوں کو روشناس کراتا ہے پھر یہ کہ جو مذہب اپنی ترویج واشاعت کے لئے دعوت وتبلیغ، ارشاد وتلقین کا راستہ اختیار کرنے اور سوچنے سمجھنے کا لوگوں سے مطالبہ کرتا ہو، تو پھر وہ بھلا کیوں کسی مذہب کے پیروکاروں کو جبر وکراہ کے ذریعہ اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور زور وزبردستی کی تدبیر کو کام میں لائے گا۔ متعصبین اور معاندین اسلام اشاعت اسلام کو فتوحات اور ملکی محاربات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے ان کی زبان نہیں تھک رہی ہے کہ، اسلام کو بزور شمسیر پھیلایا گیا ہے، معاندین اسلام کا دعوی ہے کہ اسلام نے اپنی ذاتی خوبیوں اور ذاتی محاسن سے لوگوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار نہیں بنایا بلکہ اپنی طاقت وقوت سے جبر واکراہ کے ذریعہ دینِ اسلام کا قلادہ ان کی گردن میں ڈالدیا ہے اور اسی جبر واکراہ نے امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ رضا ورغبت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ لیکن ہم تعلیمات اسلام کی روشنی میں اس قسم کی مسموم ذہنیت رکھنے والوں کے باطل خیالات کو پرکھیں گیں، کہ قرآنی آیات اور تعلیمات نبویؐ میں مذہبی آزادی کے سلسلہ میں کیا احکام وتعلیمات موجود ہیں اور اسلام کے ماننے والے ان تعلیمات پر کتنا عمل پیرا ہوئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کو طویل معرکہ ارائیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ان کے یہ محاربات جارحانہ ہوں یا مدافعانہ، فتوحاتِ ملکی کے لئے ہوں یا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، ان تمام محاربات وفتوحات کا مقصد اور حاصل یہ نہ تھا کہ کسی کو بزورِ شمشیر اور حکومت واقتدار کے بل بوتے پر مسلمان بنایا جائے اسلام نے تو صرف اور صرف اپنی خوبیوں اور محاسن سے عالم میں رسوخ ومقبولیت حاصل کی ہے۔ اس نے جس تیزی کے ساتھ اقوام وملل کے ذہن ودل کو مسخر کیا

---

* ریسرچ اسکالر، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

اوران کے خرمنِ دل میں اپنا نشیمن بنایا اس طرح کی نظیر دوسرے مذاہب میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ اس دعوے کی صداقت میں کہ اسلام میں کوئی زور وز بردستی نہیں ہے، اس کو ثابت کرنے کے لئے شریعتِ اسلام کے اصول، رسول صلی اللہ وسلم کے اوصاف وخصائل اخلاق حمیدہ وطریقہ تعلیم اور پھر آپ کے بعد آپ کے صحابہ کا طرزِ عمل یہ ساری چیزیں تاریخ میں محفوظ ہیں۔ شریعتِ اسلام نے بہ زور وتخویف کسی کو مسلمان بنانے کی سخت ممانعت کی ہے قرآن کی مختلف آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں۔

(۱) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم. (سورہ البقرۃ ۲۵۶)

ترجمہ۔ زبردستی نہیں ہے دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جب کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لائے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

(۲) افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین. (یونس ۹۹)

ترجمہ: کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر کہ ہو جائیں باایمان

(۳) ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فلیسبو اللہ عدواً بغیر علم. (الانعام ۱۰۸)

ترجمہ: اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا بس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بغیر علم۔

(۴) ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مخلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم و تمت کلمۃ ربک لأ ملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین . (ھود۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹)

ترجمہ: اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راستہ پر اور ہمیشہ رہتے اختلاف میں مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اس واسطے ان کو پیدا کیا اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھر دونگا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے

(۵) ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا . (یونس ۹۹)

ترجمہ: اور اگر تیرا رب چاہتا بے شک ایمان لے کر آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے۔

(۶) ولو شاء اللہ ما اشرکوا. (الانعام، ۱۰۷)

ترجمہ: اور اگر چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔

(۷) ان نشأ ننزل علیھم من السماء ایۃ فظلت أعناقھم لھا خاضعین. (الشعراء، ۴)

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے ایک نشانی پھر ہو جائیں ان کی گردنیں ان کے آگے نیچی۔

(۸) انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین. (القصص ۵۶)

ترجمہ: تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہ ہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئینگے۔

(۹) وما انت علیھم بجبار فذکر بالقران من یخاف و عید. (ق ۴۵)

ترجمہ: تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے۔

(۱۰) فذكر انما انت مذكر لست عليهم بمصيطر. (الغاشیہ ۲۱-۲۲)

ترجمہ: سو تو سمجھائے جا تیرا کام سمجھانا ہے تو نہیں ہے ان پر مسلط۔

یہ ہیں کچھ آیات قرآنی جن میں اللہ رب العزت نے انسانوں کو کس طرح سے آزادی واختیار میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔اور رد وقبول کے فیصلوں کو اس کے ہاتھوں سونپ دیا ہے۔دین و مذاہب کے سلسلے میں بالکل آزاد ہیں۔ چاہے تو قبول کر کے اپنی دنیا وآخرت کو سنواریں، اور چاہے تو انجام بد کے لئے تیار ہو جائیں۔ کیونکہ دین کا کام زور زبردستی، طاقت وقوت اور جبر واکراہ اور حکومت واقتدار کا استعمال کر کے ناممکن ومحال ہے۔اسی لئے تمام انبیاء ورسل کو اللہ نے پیغام رساں بنایا کہ صرف میرا پیغام حق ان تک پہنچا دو، تم پھر اپنے فرضِ منصبی سے آزاد ہو۔تمہارا کام صرف پیغام رسانی کا ہے۔وہ اپنے مذہبی رسم ورواج، دین ومذہب کے افعال واعمال کی ادائیگی میں قطعی طور کسی کے پابند نہیں ہیں حق وباطل کا فیصلہ تو ہم کریں گے۔

لا اكراه في الدين کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرِ قران مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔ ''اس اصلِ عظیم کا اعلان کی دین واعتقاد کے معاملے میں کسی طرح کا جبر واکراہ جائز نہیں۔دین کی راہ دل کے اعتقاد ویقین کی راہ ہے۔اور اعتقاد دعوت وموعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر واکراہ سے۔احکامِ جہاد کے بعد بھی یہ ذکر اسلئے کیا گیا تا کہ واضح ہو جائے کہ جنگ کی اجازت ظلم وتشدد کے انسداد کے لئے دی گئی ہے نہ کہ دین کی اشاعت کے لئے۔دین کی اشاعت کے لئے دین کی اشاعت کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ دعوت ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد: ترجمان القرآن ص ۲۳۲ جلد دوم)

اس میں کچھ تردد شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس حکمِ خداوندی اور عہد نامۂ رسول کی پاسداری ولحاظ کیا ہے، بلکہ ان احکامات ومعاہدات کے مطیع وفرمانبردار بن کر رہے اور ان کا پورپورا حق ادا کیا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین نے مختلف اقوام وملل سے جو صلح نامہ کئے ان صلح ناموں میں ہمیں اسلام کی وسعت نظری کا اندازہ اور دریادلی کا ثبوت ملتا ہے۔یہی نہیں بلکہ غیر اقوام کے لوگوں نے بھی اس چیز کو تسلم کیا ہے۔کہ اسلام کس طرح سے غیر مذاہب کے لوگوں کا ادب واحترام محفوظ رکھتا ہے انھیں کس طرح سے مذہبی آزادی، معاشرتی و تجارتی آزادی کی چھوٹ دیتا ہے۔بطور مثال کچھ معاہدات وصلح نامہ حوالۂ قرطاسِ کئے جاتے ہیں کہ اسلام کن خوبیوں کا حاملِ دین ہے۔اہلِ نجران کی درخواست پر نبی ﷺ نے صلح نامہ انھیں لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔''

ولنجران و حاشيتهم جوار الله و ذمة محمد النبي صلى الله على انفسهم و ملتهم، وارضهم واموالهم و غائبهم و شاهدهم وغيرهم و بعثهم و امثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم. (فتوح البلدان ص ۷۳) ترجمہ: نجران کے عیسائیوں اور ان کے ہمسایوں کے لئے پناہ اور اللہ کے رسول نبی محمد ﷺ کا ذمہ ہے۔ان کے جانوں کے لئے۔ان کے مذہب ان کی زمین، ان کے اموال، ان کے

حاضر وغائب، ان کے اونٹوں ان کے قاصدوں، اور ان کے مذہبی نشانات سب کے لئے جس حالات پر وہ اب تک ہیں اسی پر بحال رہیں گے۔ ان کے حقوق میں سے کوئی حق اور نشانات میں سے کوئی نشان نہ بدلا جائے گا۔

حضرت عمر نے اہل بیت المقدس کو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

اعطاھم امانا لا نفسھم و اموالھم و لکنائسھم و صلبانھم و سقیمھا و بریھا و سائر ملتھا انه لا یسکن کنسائسھم و لا تھدی و لا ینتقص منھا و لا خیرھا و لا من صلبھم و لا من مثنی من اموالھم و لا یکرھون علی دینھم و لا یضارا حد عنھم. (تاریخ طبری فتح المقدس، ج ۴، ص ۱۵۹)

ترجمہ: انکو امان دی ان کی جان و مال اور انکے کنیسوں اور صلیبوں اور ان کے تندرستوں اور بیماروں کے لئے یہ امان ایلیا کی ساری ملت کے ہے۔ عہد کیا جاتا ہے کہ ان کے کنسیوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا اور نہ ہی ان کو منہدم کیا جائیگا۔ نہ انکے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائیگی۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں سے کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا ان پر دین کے معاملے میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ہی ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔

۱۴ھ میں فتح دمشق کا واقع پیش آیا حضرت خالد بن ولید نے اس موقع سے جو امان نامہ لکھ کر اہلِ دمشق کو دیا اس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔ **اعطاھم امانا علی انفسھم و اموالھم و کنائسھم و سور مدینتھم لا یھدم و لا یسکن شئ عن دورھم .** (فتوح البلدان ص ۱۲۷-۱۲۸)

ان کو امان دی ان کی جان و مال کے لئے اور ان کی کنسوں اور ان کے شہر کے فصیل کے لئے ان کے مکانات میں سے نہ کوئی توڑا جائے گا اور نہ ہی مسلمانوں کا مسکن بنایا جائے گا۔

حضرت خالد بن ولید نے اہل عانات کو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا۔

لا یھدی لھم بیعة و لا کنیسة و علی ان بضربوا نواقیسھم فی ای ساعة شانوا من لیل اونھاراً لافی اوقات الصلاة و علی ان یخر جو الصلبان فی ایام عیدھم . (فتوح البلدان ص ۸۶)

ان کا کوئی معبد اور کوئی گرجا گھر منہدم نہ کیا جائے گا رات دن میں جس وقت چاہیں اپنے ناقوس بجائیں مگر اوقات نماز کا احترام ملحوظ رکھیں ان کو حق ہوگا کہ اپنے ایام عید میں صلیب نکالیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن عباس کا فتوی بھی اس لحاظ سے تھا کہ اس وقت تک مسلمان اور دوسری قومیں اچھی طرح ملی بھی نہیں تھیں۔ لیکن جب یہ حالت نہیں رہی۔ تو وہ فیصلہ بھی نہیں رہا۔ چنانچہ خاص اسلامی شہروں میں اکثریت کے ساتھ گرجا، بت خانے، آتش کدے بنے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ وہاں کے گرجوں کے نام معجم البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں۔ قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے۔ (رسائل شبلی)۔

اسلام قطعی طور پر دین کے سلسلہ میں جبر و اکراہ کو سرے سے خارج قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام ظاہری و

روایتی اسلام کا متمنی نہیں ہے بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی دعوت و تبلیغ کا نشیمن بنانا چاہتا ہے۔ وہ انسان کے خرمنِ دل کو نور ایمانی سے منور کرنا چاہتا ہے۔ کیسا اسلام اسے درکار ہے کیسے دین و مذہب کا متقاضی ہے سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں:

''اسلام کی دو حیثیت ہے ایک حیثیت میں وہ دنیا کے لئے اللہ کا قانون ہے۔ دوسری حیثیت میں وہ نیکی و تقوی کی جانب ایک دعوت اور پکار ہے۔ پہلی حیثیت کا منشاء دنیا میں امن قائم کرنا ہے اس کو ظالم و سرکش انسانوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچانا اور دنیا والوں کو اخلاق وانسانیت کے حدود کا پابند بنانا ہے۔ جس کے لئے قوت وطاقت کے استعمال کی ضرورت ہے لیکن دوسری حیثیت میں وہ قلوب کا تزکیہ کرنے والا ارواح کو پاک وصاف کرنے والا، حیوانی کثافتوں کو دور کر کے بنی آدم کو اعلی درجہ کا انسان بنے والا ہے۔ جس کے لئے تلوار کی دھار نہیں بلکہ ہدایت کا نور، دست و پا کا انقیاد نہیں بلکہ دلوں کا جھکاؤ اور جسموں کی پابندی نہیں بلکہ روحوں کی اسیری درکار ہے۔ اگر کوئی شخص سر پر تلوار چمکتی ہوئی دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہہ دے مگر اس کا دل بدستور ماسوی اللہ کا بتکدہ بنا رہے تو دل کی تصدیق کے بغیر یہ زبان کا اقرار کسی کام کا نہیں اسلام کے لئے اس کی حلقہ بگوشی قطعاً بیکار ہے۔ سید ابوالاعلی مودودی۔ (الجہاد فی الاسلام۔ ص ۱۶۵)

قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء وراشدین وسلاطین اسلام نے مذہبی آزادی کے بارے میں جس وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور جتنا دین و مذہب کے سلسلہ میں استغنا سے کام لیا اس کی مثال صرف اور صرف اسلام میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ دوسرے مذہب کی تعلیمات میں اور ان کے ماننے والوں میں مذہبی امور کو انجام دینے کی اس طرح کی آزادی دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ مذہبی آزادی اسلام میں اس کے ثبوت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کوئی کمیٹی یا کوئی ادارہ قائم نہیں کیا گیا۔ سلطنت اسلامیہ نے کبھی اس طرف توجہ بھی نہ کی، سلطنتِ اسلامیہ یہودی و نصاریٰ اس آزادی کے ساتھ مذہبی امور کو ادا کرتے تھے جیسے مسلمان ان کو بھی ملتِ اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو ان کے جانوں و مال کی وہی قدر و قیمت تھی جو ایک مسلمان کے جان و مال کی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اگر اس قسم کی تدبیریں کی جاتیں جو دوسرے ادیان و مذاہب کی ترویج واشاعت کے لئے ہوتی ہیں یا ہو رہی ہیں۔ تو بلاد اسلام میں کسی غیر مذہب یا اس کے ماننے والوں کا وجود بھی باقی نہ رہتا۔ اسلام کی ذاتی خوبیوں اور سادہ تعلیم کے ساتھ اگر سامانِ رضا و رغبت کو بھی جمع کر دیا جاتا تو کیا ایک بھی ایسا انسان باقی رہ جاتا جو اسلام کو قبول نہ کر لیتا۔ کیا جس طرح ''اندلس'' (اسپین) جیسا وسیع ملک جہاں کروڑوں مسلمان تھے پھر مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ روم، شام، عراق، ہند و سندھ، وغیرہ اور خود ''اندلس'' کا ہی حال پامال نہ ہوتا، تا آنکہ سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب وادیان کا نام ونشان کتاب مذہب سے مٹ چکا ہوتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا۔

بہر حال اسلام نے مساوات اور مذہبی آزادی کے وہ فراخدل اصول وضابطے تیار کیے تھے کہ جن کی وجہ سے سلطنتِ اسلامیہ کے شباب کے زمانہ میں یہودی وعیسائی اور دوسرے مذاہب کے لوگ پہلو بہ پہلو رہتے اور بڑے بڑے عہدہ حاصل کرنے میں مسلمانوں سے مزاحمت کرتے تھے۔